علاوہ آپ کے اصحاب میں یہ صفات موجود تھیں آپ کے اصحاب سے تو آپ خود نالاں اور دل کی گہرائیوں سے شکوہ کناں تھے۔ لہذا آپ کے کلام ہذا کو یا دیگر تعریفی کلمات کو صحابہ کرام سے ہٹا کر کسی اور پر منطبق کرنا نہ صرف واضح علمی خیانت ہے بلکہ علمی، تاریخی اور درایتی طور پر بھی درست نہیں، خود جناب علی رضی اللہ عنہ کا اگلا جملہ فیصلہ کن ہے کہ اس سے مراد اصحاب محمد ﷺ ہی ہیں اور کوئی نہیں۔ نہج البلاغۃ کے اردو مترجم مفتی جعفر حسین صاحب کلام مذکورہ کی شرح میں رقمطراز ہیں: ''امیر المؤمنین کے پرچم کے نیچے جنگ کرنے والے گو آپ ہی کی جماعت میں شمار ہوتے تھے، مگر جن کی آنکھوں میں آنسو، چہروں پر زردی، زبانوں پر قرآنی نغمہ، دلوں میں ایمانی ولولہ، پیروں میں ثبات وقرار، روحوں میں عزم وہمت اور نفس میں صبر واستقامت کا جوہر ہوتا تھا، انہی کو صحیح معنوں میں شیعانِ علی کہا جاتا ہے اور یہی وہ لوگ تھے جن کی جدائی میں امیر المؤمنین کے دل کی بے تابیاں آہ بن کر زبان سے نکل رہی ہیں اور آتشِ فراق کے لوے قلب وجگر کو پھونکے دے رہے ہیں،،

آگے لکھتے ہیں: ''جس انسان میں ان صفات کی تھوڑی بہت جھلک ہوگی وہی متبع آل محمد اور شیعہ علی علیہ السلام کہلا سکتا ہے۔ ورنہ یہ ایک ایسا لفظ ہوگا جو اپنے معنی کو کھو چکا ہو، اور بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے اپنی عظمت کو گنوا چکا ہو۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ امیر المؤمنین نے ایک جماعت کو اپنے دروازہ پر دیکھا تو قنبر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ قنبر نے کہا: یا امیر المؤمنین! یہ آپ کے شیعہ ہیں۔ یہ سن کر حضرت کی پیشانی پر بل آیا اور فرمایا (**مالی لاأری فیهم سیماء الشیعة**) ''کیا وجہ ہے کہ یہ شیعہ کہلاتے ہیں اور ان میں شیعوں کی کوئی بھی علامت نظر نہیں آتی،، اس پر قنبر نے پوچھا کہ حضرت: شیعوں کی علامت کیا ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا (**خمص البطون من الطوی، یبس الشفاه من الظمأ، عمش العیون من البکاء**) ''بھوک سے ان کے پیٹ لاغر، پیاس سے ان کے ہونٹ خشک اور رونے سے ان کی آنکھیں بے رونق ہوگئی ہوتی ہیں۔'' (نہج البلاغۃ اردو ترجمہ ۳۳۷)

☆☆☆☆☆

مجلّہ التراث باقاعدہ وصول کرنے کے لیے

محترم قارئین سے گزارش ہے کہ التراث منگواتے وقت اپنا ڈاک کا پتہ بمع پوسٹ کوڈ نمبر مکمل اور صاف تحریر کریں۔ یہ گزارش اس لیے ضروری سمجھی گئی ہے کہ متعدد شمارے ناقص پتہ درج ہونے کی بنا پر ڈاک سے واپس آتے ہیں۔

تاریخ بلتستان

ارض بلتستان

محمد اسماعیل فضلی

مہاراجہ پرتاب سنگھ

وقت کی آندھیاں شاہراہ حیات پر ماضی کے نشان مٹا رہی تھیں اور حال کے ظلمت کدے میں بھٹکنے والوں کی نگاہوں سے وہ ستارے اوجھل ہو رہے تھے جو رات کے مسافروں کو سحر کا پیغام دیتے ہیں۔

کشمیر کے مشرقی علاقے جہاں بون مت کے بعد بدھ مت کا راج رہا اور لداخی حکمرانوں کے زیر نگین رہے، اسلام کی ضیا پاشیوں کے بعد چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہوگئے۔ مقامی حکمران ایک دوسرے سے گتھم گتھا رہتے تھے، جس کی بدولت یہاں پر سکھوں نے بھی قسمت آزمائی شروع کر رکھی تھی۔ الغرض مقامی حکمرانوں کی نااتفاقی سے فائدہ اٹھا کر سکھوں نے یہاں کے حکمرانوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ سکھ حکمران بھی فرنگیوں سے مدد کے طالب رہتے اور ریاستی امور میں کافی حد تک فرنگیوں کا دخل ہو چکا تھا۔

اٹھارویں صدی میں ارض بلتستان کی یہ حالت تھی کہ کبھی یہاں کے حکمران متحد ہوکر غیر ملکی افواج کو نکال باہر کردیتے، لیکن ان کے آپس میں نفاق بڑھ جاتا تو بیرونی دشمن دوبارہ قابض ہو جاتے۔

1885ء تک قراقرم کی وادیوں میں خالصہ حکومت کی جڑیں مضبوط ہو چکی تھیں اور مقامی حکمرانوں کی سطوت کے محل مسمار ہو چکے تھے۔ 12 ستمبر 1885ء کو مہاراجہ رنبیر سنگھ وفات پا گیا۔ مہاراجہ کے تین بیٹے تھے: پرتاب سنگھ، رام سنگھ اور سرام سنگھ۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ نے بڑے بیٹے پرتاپ سنگھ کو ولی عہد نامزد کر رکھا تھا، سری رام سنگھ کو فوج کا کمانڈر انچیف بنایا تھا اور رام نگر کی جاگیری عطا کر رکھی تھی۔ چھوٹے بیٹے سری راجہ سرام سنگھ کو وزیر داخلہ مقرر کیا تھا اور اسے بھدرراو لنکیٹ عطا کردی تھی۔

رنبیر سنگھ کی وفات کے بعد میاں پرتاب سنگھ سریر آرائے سلطنت ہوا۔ تخت سنبھالتے ہی افسر سپیشل ڈیوٹی کشمیر کا عہدہ برٹش ریزیڈنٹ کے ساتھ بدل گیا۔ انہوں نے امور سلطنت کے انصرام وانتظام کے لئے ایک State کونسل مقرر کردی جو ریزیڈنٹ کی رہنمائی میں امور سلطنت انجام دیتی تھی۔ اس کا پریزیڈنٹ بدلتا رہتا تھا اور مہاراجہ کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ مہاراجہ کے لئے مشکل ترین دور ثابت ہوا۔ اس دور میں سازشی لوگ سرگرم عمل رہے۔ خودغرض اور مفاد پرست لوگ ریاست کا ہر قانون اور اخلاق کا ہر ضابطہ پامال کر کے عوام اور مقامی حکومت کے بجائے ذاتی مفادات کے تحفظ اور دولت جمع کرنے میں لگ

گئے۔ امراء اور رؤسا حکومت کے ایوانوں میں بیٹھ کر دوسرے انسانوں کے حصے کی تمام راحتیں چھین لیتے تھے۔

سلطنت کے اندر زیادہ تر ان امراء یا مذہبی پیشواؤں کا اثر ورسوخ تھا جنہیں ملک کا قانون مہاراجہ کے بعد رعایا کی ہڈیاں چبانے کی اجازت دیتا تھا۔ اور سلطنت کے باہر انقلابات کے اثرات ان ہمسایہ ممالک کے باشندوں پر ظاہر ہوتے تھے جن کے خون اور آنسوؤں سے کسی نئے قیصر یا کسریٰ کی فتوحات کی داستانیں رقم ہوتی تھیں۔

وادی بلتستان کے سیاسی حالات برصغیر کے دیگر ریاستوں سے زیادہ مختلف نہ تھے۔ یہاں انگریز مشنری ریاستی مشیر کے لبادے میں آکر عیسائیت کی تعلیم دے رہے تھے، سکھ حکمرانوں کی شکل میں مذہب بدلوانے کی بساط بھر کوششیں کر رہے تھے، ہندو پنڈتوں نے بھی ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ ان تمام کے باوجود ایک ایسی ملوکیت کا مزاج بدلنے سے عاجز تھے جس نے بون مت کی کوکھ سے جنم لے کر بدھ مت کی گود میں پرورش پائی اور اسلام کے آغوش میں شباب حاصل کیا تھا۔ آج بھی بلتستان کے باسیوں میں بون عقائد کے اثرات کافی حد تک موجود ہیں۔

کشمیر اور بلتستان میں اسلام کا فروغ ایک فطری بات تھی۔ یہ وہ سرزمین تھی جس کے باشندے گزشتہ صدیوں میں اٹھنے والے ان گنت طوفانوں کی ہولناکیاں دیکھ چکے تھے۔ یہاں کے عوام بون مت اور بدھ مت کی تعلیم میں ظلم و جبر کے خلاف محبت، رحم دلی اور انکساری دیکھ چکے تھے، پھر لاما ازم میں لاماؤں کی روحانی تسکین کے لئے عوام پر روا رکھی جانے والی ان گنت جسمانی اذیتیں بھی دیکھ چکے تھے۔ لیکن نفسانی خواہشات اور لالچ سے مغلوب ہو کر ایک دوسرے کا خون چوستا دیکھ کر انسانیت ششدر تھی۔

امور مملکت میں ردوبدل

مہاراجہ پرتاب سنگھ نے چند سال تک محسوس کر لیا کہ عوام بدل ہو رہے ہیں اور ریاستی بنیادوں میں دراڑیں پڑنے لگی ہیں تو بالآخر انہوں نے امور مملکت میں اصلاح کا ارادہ کر لیا۔ مہاراجہ خود پریذیڈنٹ کونسل کا چیئرمین بن گیا' ان کے بھائی اور تین غیر ملکی آفیسر اس کے ممبر مقرر ہوئے۔ سازشیں پھر بھی چلتی رہیں مگر مجموعی لحاظ سے سٹیٹ کونسل کا انتظام بہت ہی کامیاب رہا۔ سٹیٹ کونسل کا یہ نیا دور حسن انتظام اور عدل وانصاف کے لحاظ سے مثالی رہا۔

مفتی ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہے کہ سکھوں کی حکومت میں انگریزوں کا بہت زیادہ دخل تھا' تمام امور سلطنت کے اندر انگریز اس طرح شامل تھے جس طرح شریانوں میں خون دوڑتا ہے۔

مہاراجاؤں اور راجاؤں کا جبر واستبداد اس قدر بڑھا کہ بعض لوگ معاشرے اور حکمرانوں سے مایوس ہو کر تارک الدنیا ہو گئے۔ وہ بستیوں سے نکل کر پہاڑوں' بیابانوں' ویرانوں اور غاروں میں جا بسے۔ یہ لوگ چلہ کاٹتے، سنگلاخ زمین کے فرش پر

سوتے، بھوکے رہتے اور اپنی روح کی تسکین کے لئے طرح طرح کی خود تفویض کردہ اذیتیں برداشت کر لیتے تھے۔ دنیا کی تمام نعمتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے تو اہل دنیا انہیں خدا رسیدہ اور برگزیدہ سمجھ کر ان کا پیچھا کرتے۔ بیماری سے شفا حاصل کرنے، اولاد طلب کرنے، کاروبار اور مال و دولت میں برکت کے لئے ان کی دعاؤں کے طلب گار ہوتے۔ وہ سردی سے ٹھٹھرنا اور دھوپ میں جلنا پسند کرتے لیکن ان پر سائبان تان دیئے جاتے۔ وہ زندہ رہنے کے لئے سوکھے ٹکڑے کا ایک نوالہ کافی سمجھتے لیکن ان کے سامنے دنیا کی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیئے جاتے۔ وہ نفس کشی اور ریاضت کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے لیکن اہل دنیا ان کی کرامات کا ڈھنڈورا پیٹتے۔ غرض جس قدر وہ دنیا سے بھاگتے تھے، اسی قدر دنیا ان کا پیچھا کرتی تھی۔ جب ان میں سے کوئی مر جاتا تو اہل دنیا اس کی قبر پر عظیم الشان خانقاہ تعمیر کر کے اسے عبادت گاہ بنا ڈالتے۔

یہ عادتیں، خصلتیں اور خاصیتیں رہبانیت کے تقاضے تھیں۔ ابتداءً لوگ عبادت سمجھ کر زاہد الدنیا بن جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ ایک نفع بخش کاروبار بن گیا۔ لوگ کلمہ اسلام کا ورد کرتے ہوئے بھی اللہ کی عبادت کے بجائے ان راہبوں اور مقبروں کی پرستش کرنے لگے۔

حالانکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایسی تمام حرکتوں سے منع فرمایا، عن عثمان بن مظعون قال یارسول الله ائذن لنا في السياحة، قال: ان سياحة امتي الجهاد في سبيل الله فقال: ائذن لنا في الاختصاء فقال رسول الله ﷺ ليس منا من خصى ولا اختصى، ان خصاء امتي الصيام فقال ائذن لنا في الترهب فقال ان ترهب امتي الجلوس في المجالس انتظارا لصلوة.) (شرح السنة)

اہل ایمان کو اس دعا کی تلقین فرمائی گئی: (ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا.) پھر اسے شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے فرمایا: (لا يكلف الله نفسا الا وسعها.) نیز فرمایا: (يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر) (يريد الله ان يخفف عنكم) (القرآن)

نبی ﷺ نے فرمایا: (انما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين. يسروا ولا تعسروا. لا تشددوا على انفسكم فيشدد الله عليكم فان اقواماً شددوا على انفسهم فشددالله عليهم، لا رهبانية في الاسلام. لكني اصوم وافطر وأقوم وأنام وأتزوج النساء وآكل اللحم فمن رغب عن سنتي فليس مني.)

الغرض اب شیطان نے ایک ایسا خوبصورت جال بچھایا ہے کہ فقیر اور تارک الدنیا کے روپ میں لوگوں کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرنے کا آسان دھندہ شروع کیا ہے۔ درپردہ ان بزرگوں کے شاندار بنگلے، جاگیریں، گاڑیاں اور بڑے بڑے کاروبار چلتے ہیں۔